88102 ـ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی تعداد میں تحدید

سوال

میرا سوال کسی حد تك صوفیوں كے متعلق ہے.. میں ان کی ایك جماعت سے منسلك رہا ہوں جبکہ مجھے حقیقت حال کا علم نہ تھا، لیکن شیخ منجد حفظہ اللہ کے صحیح عقیدہ كے دروس کا سلسلہ سماعت كر كے اور بعض ان معلومات کے حصول کے بعد جن پر غالی قسم كے صوفي ہيں میرے لیے ان کے ساتھ منسلك افراد کے متعلق شك پیدا ہونے لگا ہے اور میں حقیقت جاننا چاہتا ہوں اس لیے میں علم کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور کچھ سوالات کر رہوں جو درج ذیل ہیں:
1 ـ یہ لوگ روزانہ دن میں تین یا چار ہزار بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آپ جتنا بھی درود زیادہ پڑھینگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت اتنی ہی زیادہ ہو گی، اور آپ کے قرب میں اضافہ ہو گا، اور جتنا درود زیادہ پڑھینگے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی فرصت و موقع بھی اتنا ہی زیادہ ہو گا، کیا یہ کلام صحیح ہے ؟
اور کیا یہ فعل و عمل جائز ہے، اور کیا یہ عمومی ذکر میں شامل ہوتا ہے ؟ اور کیا اس کی معاونت میں کوئی دلیل ملتی ہے.
2 ـ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ احادیث جن میں سبحان اللہ و بحمدہ سو بار پڑھنے اور کثرت سے ذکر کرنے کا ثبوت ملتا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث جس میں کنکریوں پر تسبیح پڑھنے کا ذکر ملتا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ نے انہیں اپنی برائیاں شمار کرنے کا کہا تھا ان احادیث میں کس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے ؟
اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے.

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا سب سے افضل اور بہتر قرب ہے، اللہ سبحانہ و تعالی نے اس کا حکم دیا اور ایسا کرنے والوں کی تعریف کی، اور اسے مغفرت و بخشش و حاجات کے پورے ہونےکا باعث و سبب بنایا.

اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

اللہ سحانہ و تعالی اور فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمتیں بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود و سلام بھیجا کرو الاحزاب (56).

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" جس نے بھی مجھ پر ايك بار درود پڑھا اللہ تعالی اس پر اس كے بدلے دس رحمتیں نازل كرتا ہے "

صحيح مسلم حديث نمبر (384).

اور ابی بن كعب رضی اللہ تعالی عنہ بيان كرتے ہيں كہ جب رات كے دو حصے گزر جاتے اور ايك تہائی باقی رہ جاتی تو رسول كريم صلی اللہ علیہ بيدار ہوتے اور كہتے:

" اے لوگو اللہ كا ذكر كرو، اللہ كا ذكر كرو، صور ميں نفخہ اولی پھونكنا قريب ہے، اور پھر دوسرا نفخہ بھی قريب ہے، موت اور اس ميں جو سختياں ہيں وہ قريب ہے، موت اور اس ميں جو سختياں ہيں وہ آئی كہ آئی.

ابی بن كعب رضی اللہ تعالی عنہ بيان كرتے ہيں ميں نے عرض كيا: اے اللہ تعالی كے رسول صلی اللہ عليہ وسلم ميں آپ پر درود كثرت سے پڑھتا ہوں، تو اپنی دعاء ميں آپ پر درود كتنا پڑھوں، رسول كريم صلی اللہ عليہ وسلم نے فرمايا: جتنا چاہو!!

وہ بيان كرتے ہيں ميں نے عرض كيا: تو پھر ايك چوتھائی حصہ كر لوں ؟

آپ صلی اللہ عليہ وسلم نے فرمايا: جتنا چاہو، اگر اس سے زيادہ كر لو تو تمہارے ليے بہتر ہے !!

وہ بيان كرتے ہيں ميں نے عرض كيا: نصف كر لوں ؟ ! رسول كريم صلی اللہ عليہ وسلم نے فرمايا: جتنا چاہو، اور اگر زيادہ كر لو تو يہ تمہارے ليے بہتر ہے !!

وہ بيان كرتے ہيں ميں نے عرض كيا: تو پھر دو تہائی حصہ كر لوں ؟

آپ صلی اللہ عليہ وسلم نے فرمايا: جتنا چاہو، اگر اس سے زيادہ كر لو تو تمہارے ليے بہتر ہے !!

ميں نے عرض كيا: اے اللہ كے رسول صلی اللہ عليہ وسلم تو پھر ميں اپنی سارى دعا ميں ہی آپ پر درود پڑھتا رہوں ؟

رسول كريم صلی اللہ عليہ وسلم نے فرمايا: تو پھر يہ درود تيرے غم و پريشانی كے ليے كافی ہو جائيگا، اور تيرے

گناہوں کی بخشش کا باعث ہو گا "

سنن ترمذی حدیث نمبر (2457) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

ابن قیم رحمہ اللہ " جلاء الافہام " میں رقمطراز ہیں:

" ہمارے استاد ابو العباس (یعنی ابن تیمیہ) رحمہ اللہ سے اس حدیث کی شرح پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا:

ابی بن کعب رضی اللہ تعالی نے اپنے لیے ایك دعاء مخصوص کر رکھی تھی، تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا وہ اس دعاء کا ایك چوتھائی حصہ ان درود کے لیے مخصوص کر لوں .... الخ .

کیونکہ جو کوئی بھی نبی کریم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایك بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالی اس کے بدلے دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے وہ اس کے غم و پریشانی کے لیے کافی ہو جاتا ہے، اور اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں .

دیکھیں: جلاء الافہام (79).

اور تحفۃ الاحوذی میں لکھا ہے:

" فَكَمْ أَجْعَلُ لَك مِنْ صَلَاتِي " یعنی میں اپنے لیے دعا کی جگہ آپ پر کتنا درود بھیجوں، یہ ملا علی قاري کاقول ہے.

اور " الترغیب " میں منذری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اس کا معنی یہ ہے کہ میں دعا زیادہ کرتا ہوں، تو اپنی دعا میں آپ کے لیے درود کا کتنا حصہ رکھوں....

" قُلْتُ أَجْعَلُ لَك صَلَاتِي كُلَّهَا " میں نے عرض کیا کہ میں ساری دعا میں ہی آپ پر درود بھیجوں گا، یعنی میں جتنی دیر اپنے لیے دعا کرتا ہوں وہ سارا وقت ہی آپ پر درود میں صرف کرونگا.

قولہ: " إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ " تو پھر تیرے ہم و غم کے لیے کافی ہوگا اور تیرے گناہ بخش دیے جائینگے:

الھم اسے کہتے ہیں جب انسان دنیا و آخرت میں قصد کرے یعنی: جب آپ اپنی دعا کا سارا وقت مجھ پر درود میں صرف کرو گے تو تجھے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہو گی " انتہی

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں:

" یہ انتہا ہے جس کے ساتھ انسان اپنے لیے نفع و خیر طلب کرتا اور نقصان سے بچ سکتا ہے؛ کیونکہ دعا میں

مطلوب کا حصول اور خدشہ والی چیز کو دور کرنا طلب ہوتا ہے "

دیکھیں: الرد علی السبکی (1 / 133).

اور المصابیح کے بعض شارحین کہتے ہیں:

" ... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اس کی حد مقرر کرنا مناسب نہیں سمجھا، تا کہ مزید کا دروازہ بند نہ ہو جائے، بلکہ مزید کا خیال کرتے ہوئے انہیں اختیار دیتے رہے حتی کہ انہوں نے عرض کیا: میں اپنی ساری دعا ہی آپ پر درود کے لیے بنا دیتا ہوں، تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تو پھر یہ تیرے ہر غم و ہم یعنی تیرے دینی و دنیاوی معاملے کے لیے کافی ہو جائیگا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اللہ کے ذکر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم پر مشتمل ہے، اور فی المعنی یہ اپنے لیے دعا کا اشارہ ہے.. "

اسے سخاوی نے القول البدیع (133) میں نقل کیا ہے.

اور ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" روز قیامت میرے سب سے نزيك مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہو گا "

سنن ترمذی حدیث نمبر (484) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب و الترھیب میں اسے حسن قرار دیا ہے.

تحفۃ الاحوذی میں ہے:

" اولی الناس بی " یعنی میرے سب سے قریب یا میری شفاعت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو:

" اكثرهم علي صلاة " جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھنے والا ہو، کیونکہ کثرت درود تعظیم پر مبنی ہے، اور کامل محبت کی بنا کے نتیجہ میں متابعت و پیروی کی مقتضی ہے جس کے نتیجہ میں اللہ سبحانہ و تعالی کی محبت حاصل ہوتی ہے.

اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالی سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع و پیروی کرو، اللہ تعالی تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا .

لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی فضیلت میں کوئی شك نہیں کر سکتا.

آپ نے جو سوال میں یہ کہا ہے کہ:

" آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنا زیادہ درود پڑھینگے آپ کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی اتنی ہی زیادہ ہو گی، اور آپ کا قرب بھی زیادہ ہو گا.

اس کی یہ بات صحیح ہے، کیونکہ جو چیز کسی کو زیادہ یاد کرے اور جسکا ذکر زیادہ کرتا ہو وہ اس سے محبت کرتا ہے.

اور ان کا یہ قول:

" آپ جتنا درود زیادہ پڑھینگے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی فرصت اور موقع بھی اتنا ہی زیادہ ہو گا "

یہ قول واقع کے اعتبار سے صحیح بھی ہو سکتا ہے، لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی، اور اس پر بھروسہ کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت نہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا و پیروی کرنا، اور آپ کی سنت پر عمل پیرا ہونا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنے نفس اور ہر چیز سے مقدم کرنے سے بات بنے گی، وگرنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بہت سارے لوگوں نے بیداری کی حالت میں دیکھا تھا لیکن وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کےسب سے بڑے مخالف تھے اور آپ کی راہ میں روڑے اٹکانےوالے تھے.

جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا قرب اور عبادت ہے تو اس کے لیے تعداد کی تعیین کرنا جائز نہیں، اس کی شریعت میں کوئی تحدید نہیں ہوئی، چاہے وہ ایك ہزار ہو یا دو یا تین ہزار وغیرہ جسے صوفیاء حضرات نے ایجاد کیا ہوا ہے، کیونکہ یہ تحدید شریعت کے مقابلہ میں ہونے کی بنا پر مذموم بدعت شمار ہوتی ہے.

اور علماء کرام نے بیان کیا ہے عبادت کے لیے اصلا اور وصفا اور عدد و کیفیت اور جگہ و وقت کے اعبتار سے مشروع ہونا ضروری ہے، یعنی دوسرے معنوں میں عبادت کو بغیر کسی شرعی دلیل کے کسی جگہ یا وقت یا کیفیت کے ساتھ متعین کرنا جائز نہیں.

یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے چاہے لوگ اسے اچھا ہی سمجھتے ہوں، بلکہ بدعت تو ابلیس کو معصیت و نافرمانی سے بھی زیادہ محبوب اور پیاری لگتی ہے کیونکہ اس سے توبہ نہیں کی جا سکتی.

امام مالك رحمہ اللہ کہتا کرتے تھے:

" جس کسی نے بھی دین اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور وہ اسے اچھا سمجھتا ہو تو اس نے گمان کیا کہ (نعوذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی ہے "

یہاں جس نے بھی درود کو تین ہزار کی تعداد میں محدود کیا ہے اس سے کہا جائیگا: اس عدد کی تعیین میں آپ کو کس چیز نے ابھارا اور آمادہ کیا اور اس کی خاصیت کیا ہے ؟ اگر اس میں کوئی خیر ہوئی تو وہ بیان کریگا، وگرنہ اسے کہ جائیگا:

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیر و بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے میں (نعوذ باللہ) کوئی کوتاہی کی ہے ؟! حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو سب لوگوں سے زیادہ اپنی امت پر حریص تھے اور ان سے بھی زیادہ ان پر رحم کرنے والے تھے.

اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ کی اس معین عدد کی طرف راہنمائی کیوں نہ فرمائی ؟! ۔ جیسا کہ اوپر حدیث میں بیان ہوا ہے .

اصل واقع یہ ہے کہ بہت سارے صوفی حضرات اس قسم کی تحدید میں خوابوں پر اعتماد کرتے ہیں، یا پھر مجرد اختراع و ایجاد پر، اور اپنے مریدوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ اس سے زائد کرنا صحیح نہیں، کیونکہ زیادہ کرنے کے لیے پیر اور بزرگ کی اجازت ضروری ہے جو اس کے حالات پر مطلع ہے، بلکہ وہ اس کے پوشیدہ حالات کو بھی جانتا ہے، اس کے علاوہ اور باطل قسم کی اشیاء بھی جن کے ذریعہ سے یہ لوگ اپنے پیروکاروں پر تسلط جمانے کی کوشش کرتے ہیں.

اور اس بدعتی شخص کے بارہ میں خدشہ ہے کہ کہیں یہ اپنے اعمال ہی ضائع نہ کر بیٹھے، اور اس کی ساری نیکیاں ہی تباہ نہ ہو جائیں، اور اپنی عبادت کا اسے کوئی اچھا پھل اور نتیجہ ہی حاصل نہ ہو، خاص کر جب وہ اس بدعت کو عمدا اور جان بوجھ کر کرے اور علم و بصیرت حاصل نہ کرے.

کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" جس کسی نے بھی ہمارے اس دین میں کوئی ایسا عمل ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (2697) (1718).

اس لیے آپ دیکھیں گے کہ اس طرح کے اکثر لوگوں پر ذکر کا کوئی اثر نہ تو ان کے معاملات میں ظاہر ہوتا ہے اور نہ ہی ان کے حالات میں، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مشروع اور مسنون اذکار و دعاؤں میں کمی و کوتاہی کا شکار ہوتے ہیں، جس میں شریعت میں حد متعین کر رکھی ہے مثلا: سبحان اللہ و بحمدہ ایك سو بار صبح و شام کہنا.

مزید آپ سوال نمبر (11938) کے جواب کا مطالعہ ضرور کریں.

دوم:

ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے وہ دارمی نے عمرو بن سلمہ سے روایت کی ہے جسے ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں:

عمرو بن سلمہ بیان کرتے ہیں ہم صبح کی نماز سے قبل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما کے دروازے پر بیٹھ جاتے اور جب وہ باہر نکلتے تو ہم ان کے ساتھ مسجد چلے جاتے، ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی آئے اور دریافت کیا کیا ابو عبد الرحمن باہر آئے ہیں ؟ تو ہم نے عرض کیا نہیں تو وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے، اور جب وہ باہر نکلے تو ہم سب اٹھ کر چل دیے تو ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما سے عرض کي اے ابو عبد الرحمن میں نے ابھی ابھی مسجد میں ایك کام دیکھا ہے اور مجھے وہ اچھا نہیں لگا، اور الحمد للہ وہ اچھا ہی معلوم ہوتا ہے، ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما نے دریافت کیا وہ کیا ؟

تو ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نے کہنے لگے اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے، وہ بیان کرنے لگے:

میں نے مسجد میں لوگوں کو نماز کا انتظار کرتے ہوئے دیکھا کہ وہ حلقے باندھ کر بیٹھے ہیں اور ہر حلقے میں لوگوں کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں اور ایك شخص کہتا ہے سو بار تکبیر کہو، تو وہ سو بار اللہ اکبر کہتے ہیں، اور وہ کہتا ہے سو بار لا الہ الا اللہ کہو تو وہ سو بار لا الہ الا اللہ کہتے ہیں، وہ کہتا ہے سو بار سبحان اللہ کہو تو وہ سو بار سبحان اللہ کہتے ہیں.

ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں: تو پھر آپ نے انہیں کیا کہا ؟

ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا:

میں نے انہیں کچھ نہیں کہا میں آپ کی رائے اور حکم کا انتظار کر رہا ہوں.

ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما کہنے لگے:

تم نے انہیں یہ حکم کیوں نہ دیا کہ وہ اپنی برائیاں شمار کریں اور انہیں یہ ضمانت کیوں نہ دی کہ ان کی نیکیاں ضائع نہیں کی جائیگی ؟

پھر وہ چل پڑے اور ہم بھی ان کے ساتھ گئے حتی کہ وہ ان حلقوں میں سے ایك حلقہ کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے: یہ تم کیا کر رہے ہو ؟

انہوں نے جواب دیا: اے ابو عبد الرحمن کنکریاں ہیں ہم ان پر اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ پڑھ کر گن رہے ہیں.

ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا:

تم اپنی برائیوں کو شمار کرو، میں تمہاری نیکیوں کا ضامن ہوں وہ کوئی ضائع نہیں ہو گی، اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم افسوس ہے تم پر تم کتنی جلدی ہلاکت میں پڑ گئے ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کتنے وافر مقدار میں تمہارے پاس ہیں، اور ابھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور نہ ہی ان کے برتن ٹوٹے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے کیا تم ایسی ملت پر ہو جو ملت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ سے زیادہ ہدایت پر ہے یا کہ تم گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو.

انہوں نے جواب دیا: اے ابو عبد الرحمن ہمارا ارادہ تو صرف خیر و بھلائی کا ہی ہے.

ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما نے جواب دیا:

اور کتنے ہی خیر و بھلائی کا ارادہ رکھنے والے اسے پا نہیں سکتے.

تو ہر خیر و بھلائی کا ارادہ رکھنے والا اسے پا نہیں سکتا ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ:

" کچھ لوگ قرآن مجید پڑھینگے لیکن وہ ان کے حلقوم سے نیچے نہیں جائیگا "

اور اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں ہو سکتا ہے ان کی اکثریت تم میں سے ہو یہ کہہ کر ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہاں سے چل دیے، عمرو بن سلمہ بیان کرتے ہیں ہم نے ان حلقوں میں بیٹھنے والے عام افراد کو نہروان کی لڑائی والے دن خارجیوں کے ساتھ دیکھا کہ وہ ہم پر طعن کر رہے تھے "

سنن دارمی حدیث نمبر (204).

اور یہ سنت میں بعض اذکار کی تحدید کے معارض و مخالف نہیں، لیکن یہاں دو چیزیں قابل مذمت ہیں:

ایك تو معین عدد کی تحدید کرنا جس کی شریعت میں تعیین وارد نہیں ہے.

اور دوسرا بغیر کسی دلیل کے معین کیفیت یا معین وقت کے ساتھ محدد کرنا، جس طرح کہ ان لوگوں کا حال تھا جن کے عمل کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما نے غلط قرار دیتے ہوئے ٹوکا اور روکا، لہذا کنکریوں کا استعمال اور اس راہنمائی اور نگران شخص کا وجود جو انہیں کہہ رہا تھا کہ سو بار سبحان اللہ کہو، اور سو بار اللہ

اکبر کہو، یہ کیفیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور نہ ہی آپ نے ایسا کیا.

شاطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

تو پھر بدعت کی تعریف یہ ہوئی کہ دین جو نیا طریقہ اختراع کر لیا جائے اور شریعت کا مقابلہ کرے، اس پر چلنے سے اللہ کی عبادت میں مبالغہ کرنا مقصود ہو، کہ عبادت زیادہ کی جائے تو یہ بدعت کہلاتا ہے...

اور اس میں یہ بھی شامل ہے:

کیفیت و ہئیت کی تعیین کر نے کا التزام کرنا، مثلا ایک ہی آواز میں اجتماعی ذکر کرنا، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن کو جشن منانا اور اسے عید ماننا اور اس طرح کے دوسرے امور.

اور اس میں یہ بھی شامل ہے:

معین عبادات کا معین اوقات میں التزام کرنا جن کی تعیین شریعت میں نہ ملتی ہو، مثلا پندرہ شعبان کو نصف شعبان کا روزہ رکھنا، اور اس رات قیام کرنا " انتہی

دیکھیں: الاعتصام (1 / 37 - 38).

اور ابن مسعود رضی اللہ تعال عنہما کا قصہ صوفیاء حضرات کے عمل کے بطلان کی دلیل ہے جس طرح وہ معین تعداد میں اپنے پیر اور بزرگ کے کہنے پر تعداد محدود و متعین کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ اپنی جانب سے ایجاد کردہ کیفیات جس میں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور وہ حرکات جسے وہ حال کا درجہ دیتے ہیں اورالتزام کرنے کا کہتے ہیں یہ سب باطل ہے.

معاملہ اس سے بھی بڑا ہے، مخالفت صرف اس بدعت میں ہی محصور نہیں رہی بلکہ وہ اس سے تجاوز کرتی ہوئی اعتقاد و عمل میں شرک تک جا پہنچی ہے مثلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور اولیاء و صالحین سے نفع و نقصان کی امید اور اعتقاد رکھنا.

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ راہ سے بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے، اور ہمیں اور آپ کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے اور اپنی رضامندی والے عمل کرنے کی توفیق بخشے.

واللہ اعلم.